

سرورِ عالم

[یہ تقریر ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء کو نشر ہوئی اور آل انڈیا ریڈیو کی اجازت سے یہاں نقل کی جاتی ہے]

ہم مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ”سرورِ عالم“ کہتے ہیں۔ سیدھی سادی زبان میں اس کا مطلب ہے ”دنیا کا سردار“۔ ہندی میں اس کا ترجمہ ”جگت گرو“ ہو گا اور انگریزی میں (Leader of the world) بظاہر یہ بہت بڑا خطاب ہے مگر جس بلند پایہ ہستی کو یہ خطاب دیا گیا ہے اس کا کارنامہ واقعی ایسا ہے کہ اس کو سرورِ عالم کہنا مبالغہ نہیں عین حقیقت ہے۔

دیکھیے! کسی شخص کو دنیا کا لیڈر کہنے کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہونی چاہیے کہ اس نے کسی خاص قوم، یا نسل یا طبقہ کی بھلائی کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لیے کام کیا ہو۔ ایک محب وطن یا ایک قوم پرست لیڈر کی آپ اس حیثیت سے جتنی چاہیں قدر کریں کہ اس نے اپنے لوگوں کی بڑی خدمت کی، لیکن اگر آپ اسکے ہم وطن یا ہم قوم نہیں ہیں تو وہ آپ کا لیڈر بہر حال نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کی محبت، خیر خواہی اور کارگزاری سب کچھ چین یا سپانینہ تک محدود ہو، مجھ ہندوستانی کو اس سے کیا تعلق کہ میں اسے اپنا لیڈر مانوں؟ بلکہ اگر وہ اپنی قوم کو دوسروں کے افضل ٹھہراتا ہو اور دوسروں کو گرا کر اپنی قوم کو چڑھانا چاہتا ہو تو میں اس سے نفرت کرنے پر مجبور ہوں۔ ساری قوموں کے انسان کسی ایک شخص کو اپنا لیڈر صرف اسی صورت میں مان سکتے ہیں جبکہ اس کی نگاہ میں سب قومیں اور سب آدمی یکساں ہوں، وہ سب کا یکساں خیر خواہ ہو، اور اپنی خیر خواہی میں کسی طرح ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

دوسری اہم شرط جو دنیا کا لیڈر ہونے کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ایسا اصول پیش کیے ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کرتے ہوں جس میں انسانی زندگی کے تمام اہم مسائل کا حل موجود ہو۔ لیڈر کے معنی ہی رہنما کے ہیں۔ لیڈر کی ضرورت جتنی ہی اس لیے ہے کہ وہ فلاح اور بہتری کا راستہ بتائے۔ لہذا دنیا کا لیڈر وہی ہو سکتا ہے جو ساری دنیا کے انسانوں کو ایسا طریقہ بتائے جس میں سب کی فلاح ہو۔

تیسری لازمی شرط دنیا کا لیڈر ہونے کے لیے یہ ہے کہ اس کی رہنمائی کسی خاص زمانے کے لیے نہ ہو بلکہ ہر زمانے اور ہر حال میں یکساں مفید، یکساں صحیح اور یکساں قابلِ پیروی ہو۔ جس لیڈر کی رہنمائی ایک زمانے میں کارآمد اور دوسرے زمانے میں بیکار ہو اس کو دنیا کا لیڈر نہیں کہا جاسکتا۔ دنیا کا لیڈر تو وہی ہے کہ دنیا جب تک قائم رہے اس کی رہنمائی بھی کارآمد رہے۔

چوتھی اہم ترین شرط یہ ہے کہ اس نے صرف اصول پیش کرنے ہی پر اکتفا نہ کی ہو بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کو زندگی میں عملاً جاری کر کے دکھایا ہو اور ان کی بنیاد پر ایک جیتی جاگتی سوسائٹی پیدا کر دی ہو۔ محض اصول پیش کرنے والا زیادہ سے زیادہ ایک مفکر (Thinker) ہو سکتا ہے، لیڈر نہیں ہو سکتا۔ لیڈر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے اصولوں کو عمل میں لا کر دکھائے۔

آئیے اب ہم دیکھیں کہ یہ چاروں شرطیں اس بستی میں کہاں تک پائی جاتی ہیں جس کو ہم سرمد عالم کہتے ہیں۔

پہلی شرط کو پہلے لیجیے۔ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ہی نظر میں محسوس کر لینگے کہ یہ کسی قوم پرست یا محب وطن کی زندگی نہیں ہے بلکہ ایک محب انسانیت اور ایک عالمگیر نظریہ رکھنے والے انسان کی زندگی ہے۔ اُن کی نگاہ میں تمام انسان یکساں تھے۔ کسی خاندان کسی طبقے کسی قوم، کسی نسل، یا کسی ملک کے خاص مفاد سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ امیر اور غریب

اونچ اور نیچ، کانے اور گورے، عرب اور غیر عرب، مشرقی اور مغربی، سامی اور آریہ، سب کو وہ اس حیثیت سے دیکھتے تھے کہ یہ سب ایک ہی انسانی نسل کے افراد ہیں۔ انکی زبان سے تمام عمر کوئی ایک نظریہ ایک فقرہ بھی ایسا نہ نکلا، اور نہ زندگی بھر میں کوئی کام انہوں نے ایسا کیا جس سے یہ شبہ کیا جاسکتا ہو کہ انہیں ایک طبقہ انسانی کے مقابلہ میں دوسرے طبقہ انسانی کے مفاد سے زیادہ تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکی زندگی ہی میں حبش، ایرانی، رومی، مصری اور اسرائیلی اسی طرح انکے رفیق کار بنے جس طرح عرب، اور انکے بعد زمین کے ہر گوشے میں ہر نسل اور ہر قوم کے انسانوں نے انکو اسی طرح اپنا رہنما تسلیم کیا جس طرح خود انکی اپنی قوم نے۔ یہ اسی خالص انسانیت ہی کا کرشمہ تو ہے کہ آج آپ ایک ہندوستانی کی زبان سے اس شخص کی تعریف سن رہے ہیں جو صدیوں پہلے عرب میں پیدا ہوا تھا۔

اب دوسری اور تیسری شرط کو ایک ساتھ لیجیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص قوموں اور مخصوص ملکوں کے وقتی اور مقامی مسائل سے بحث کرنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اپنی پوری قوت و نیامیں انسانیت کے اُس بڑے مسئلے کو حل کرنے پر صرف کر دی جس سے تمام انسانوں کے سارے چھوٹے چھوٹے مسائل خود حل ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑا مسئلہ کیا ہے؟ وہ صرف یہ ہے کہ کائنات کا نظام فی الواقع جس اصول پر قائم ہے، انسان کی زندگی کا نظام بھی اُسکے مطابق ہو، کیونکہ انسان اس کائنات کا ایک جز ہے اور جز کی حرکت کا کل کے خلاف ہونا ہی خرابی کا موجب ہے۔ اگر آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اسکی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو ذرا کوشش کر کے زمان اور مکان کی قیود سے آزاد کر لیجیے اور پورے کرۂ زمین پر اس طرح نظر ڈالیے کہ ابتدا سے آج تک اور آئندہ غیر محدود زمانہ تک بسنے والے تمام انسان یکساں وقت آپکے سامنے ہوں۔ پھر دیکھیے کہ انسان کی زندگی میں خرابی کی جتنی صورتیں پیدا ہوئی ہیں یا ہونی ممکن ہیں ان سب کی جڑ کیا ہے یا کیا ہو سکتی ہے۔ اس سوال پر آپ جتنا غور کریں گے، جتنی چھان بین اور تحقیق کریں گے، حاصل یہی نکلے گا کہ انسان کی خدا سے بغاوت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اسی لیے کہ خدا

باعی ہو کر انسان لازمی طور پر دو صورتوں میں سے کوئی ایک ہی صورت اختیار کرتا ہے: یا تو وہ اپنے آپ کو خود مختار اور غیر ذمہ دار سمجھ کر من مانی کارروائیاں کرنے لگتا ہے اور یہ چیز اُسے ظالم بنا دیتی ہے یا پھر وہ خدا کے سوا دوسروں کے حکم کے آگے سر جھکانے لگتا ہے اور اس سے دنیا میں فساد کی بے شمار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ خدا سے بے پروا ہو کر یہ خرابیاں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ اس کا بیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ حقیقت کے خلاف ہے اس لیے اس کا نتیجہ برا نکلتا ہے۔ یہ ساری کائنات فی الواقع خدا کی سلطنت ہے۔ زمین، سورج، چاند، ہوا، پانی، روشنی سب خدا کی ملک ہیں۔ اور انسان اس سلطنت میں پیدا ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ پوری سلطنت جس پر قائم ہے اور جس نظام پر چل رہی ہے، اگر انسان اس کا ایک جزر ہونے کے باوجود اس سے مختلف رہے یہ اختیار کرے تو لامحالہ اس کا ایسا رد یہ تباہ کن نتائج ہی پیدا کریگا۔ اس کا یہ سمجھنا کہ مجھ سے اوپر کوئی مقتدر اعلیٰ نہیں ہے جس کے سامنے میں جواب دہ ہوں، واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لیے جب وہ خود مختار بن کر غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر کام کرتا ہے اور اپنا قانون زندگی آپ تجویز کرتا ہے تو نتیجہ برا نکلتا ہے۔ اسی طرح اُس کا خدا کے سوا کسی اور کو صاحب اختیار و اقتدار ماننا اور اس کے خوف یا دلچسپی رکھنا اور اس کی آقائی کے آگے جھک جانا بھی حقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ فی الحقیقت اس پوری کائنات میں خدا کے سوا کوئی بھی یہ حیثیت نہیں رکھتا، لہذا اس کا نتیجہ بھی برا ہی نکلتا ہے۔ صحیح نتیجہ برآمد ہونے کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ زمین اور آسمان میں جو حقیقی حکومت ہے، انسان اس کے سامنے سر جھکا دے، اپنی خودی و خود سری کو اُس کے آگے تسلیم کر دے، اپنی اطاعت اور بندگی کو اُس کے لیے خالص کر دے، اور اپنی زندگی کا ضابطہ و قانون خود بنانے یا دوسروں سے لینے کے بجائے اُس سے لے۔

یہ بنیادی اصلاح کی تجویز ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی زندگی کے لیے پیش کی ہے۔

یہ مشرق اور مغرب کی قید سے آزاد ہے۔ روئے زمین میں جہاں جہاں انسان آباد ہیں، یہی ایک اصلاحی تجویز انکی زندگی کی بگڑی ہوئی کل کو درست کر سکتی ہے۔ اور یہ ماضی و مستقبل کی قید سے بھی آزاد ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس پہلے یہ جتنی صحیح اور کارگر تھی اتنی ہی آج بھی ہے اور اتنی ہی دس ہزار برس بعد بھیگی۔ اب آخری شرط باقی رہ جاتی ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خیالی نقشہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس نقشہ پر ایک زندہ سوسائٹی پیدا کر کے دکھا دی۔ انہوں نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں لاکھوں انسانوں کو خدا کی حکومت کے آگے سراطاعت جھکانے پر آمادہ کر لیا، ان سے خود پرستی بھی جھڑپائی اور خدا کے سوا دوسروں کی بندگی بھی، پھر انکو جمع کر کے خالص خدا کی بندگی پر ایک نیا نظام اخلاق، نیا نظام تمدن، نیا نظام معیشت، اور نیا نظام حکومت بنایا، اور تمام دنیا کے سامنے اس بات کا علی مظاہرہ کر دیا کہ جو اصول وہ پیش کر رہے ہیں اس پر کسی زندگی بنتی ہے اور دوسرے اصولوں کی زندگی کے مقابلہ میں وہ کتنی اچھی، کتنی پاکیزہ اور کتنی صالح ہے۔

یہ وہ کارنامہ ہے جسکی بنا پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرور عالم یا دنیا کا لیڈر کہتے ہیں۔ ان کا یہ کام کسی خاص قوم کے لیے نہ تھا، تمام انسانوں کے لیے تھا۔ یہ انسانیت کی مشترک میراث ہے جس پر کسی کا حق کسی دوسرے سے کم یا زیادہ نہیں ہے۔ جو چاہے اس میراث سے فائدہ اٹھائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسکے خلاف کسی کو تعصب رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

ہماری ایجنسی!

لکھنؤ میں ہماری ایجنسی احترام اینڈ سنز جنرل مرچنٹس کے پاس ہے۔ اہل لکھنؤ کو ہماری جو مطبوعات درکار ہوں۔ وہ ایجنسی سے طلب کر سکتے ہیں۔

(منیجر)